کردار سازی اور تربیت کا نفسیاتی پہلو: سیرت نبوی کے حوالے سے ایک علمی جائزہ

The psychological aspect of character building and training: A study in the light of See'rah

سید ولی اللہ شاہ[i] عادل خان[ii]

Abstract

The Prophet (peace be upon him) was sent as a teacher. When we study the See'rah of Mohammad (peace be upon him), we obviously find that he had focused based on human psychology in the process of character building and spiritual training. For the reformation of society and prevention of evil, a gradual work was done. In the presence of many harms, some basic evils have been targeted, in the result many other evils were gradually vanished. People were addressed in the range of their mental perimeters. The prophet(saw)presented his teachings practically which proved to be long lasting than ideology or verbal advices. For the betterment and training of the society, religion was presented in a simple manner that was psychologically popular.In this article, the same things have been discussed, which the Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him) had adopted for the character building of human being and for the improvement of society. The human beings can handle all the social challenges and can salvoes their problems in the light of see'rah.

Key words: Physchological aspect, Spiritual training, Imporvement of society

تربیت کے باب میں نفسیات انتہائی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ شعوری زندگی میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی انسانوں کے رجحانات مختلف ہوتے ہیں۔ مختلف عوامل انسانی نفسیات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ مثبت رجحانات کے ساتھ ساتھ منفی رجحانات بھی انسانوں میں پروان چڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منفی رجحانات کے خاتمہ یا اس سے بچاؤ کے لئے انسانوں کو تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں بہترین مصلح ومربی وہ ہوتا ہے جو انسانوں کے نفسیات کو سمجھ کر ان کی اصلاح کرے۔ نفسیات کو نظر انداز کر کے اصلاح کا تصور محال ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انتہائی منفی رجحانات رکھنے والے انسانوں کی بہت کم عرصہ میں رسول اللہ ﷺ نے اصلاح فرمائی۔ اور یہ شرف تاریخ میں کسی دوسرے مصلح کو حاصل نہیں ہوا۔ اس شرف کے ظاہری اسباب میں سب سے

---

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف حدیث وعلوم الحدیث، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

ii اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیات ڈیپارٹمنٹ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

بڑا سبب انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھ کر ان کی اصلاح ہے۔ آج جب انسانی نفسیات کو سمجھنے کے لئے دور جدید میں کافی تگ ودو ہو رہی ہے؛ تو ایسی صورت حال میں اس حوالے سے سیرت طیبہ کے مطالعہ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

رسول ﷺ کا ذکر قرآن نے معلم اور مزکی کی حیثیت سے کیا ہے۔ تزکیہ کو کردار سازی کا ترجمہ کہیں تو بے جانہ ہو گا۔ انسان کے جذبات، احساسات، رویوں اور رجحانات کو فطرت کے قالب میں ڈھالنے کا نام تزکیہ اور اس کی صحیح کردار سازی ہے۔ انسانیت کی معراج یہ ہے کہ اس کا تعلق خالق کائنات کے ساتھ بھی بحال ہو اور دنیا میں رہتے ہوئے بہترین طرز معاشرت بھی اختیار کرے۔ اللہ تعالی کے ساتھ تعلق کے ساتھ ساتھ ابنائے جنس کے ساتھ اس کے رہن سہن میں تعمیری کردار دین کا اصلی ہدف ہے۔

انسانیت کو اسی معراج سے رسول اللہ ﷺ نے روشناس کرایا۔ ان کی تربیت واصلاح کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب کے بدو، اور شدید مزاج کے لوگ بھی ان کے تابعدار اور ہمنوا بن کر ابھرے۔ قبائلی روایات کے حامل یہ لوگ کسی قاعدہ اور قانون کے پابند نہ ہونے کے باوجود بھی دین اسلام کے پاسبان بن گئے۔ بت پرستی، شراب نوشی، فحاشی اور ظلم وستم کے دلدادہ افراد کا تزکیہ اور انہیں مہذب بنانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ لیکن ان کی نفسیات کو صحیح طریقے سے کام میں لانے کے باعث انہیں متاثر کیا گیا۔

انسانیت کا تسلسل بھی جاری ہے اور اس کی نفسیات بھی اس کے ساتھ ہیں۔ اگر سیرت نبوی سے روشنی لے کر نفسیات کو سمجھتے ہوئے اصلاح کی کوشش کی جائے تو دعوت واصلاح کے عمل کو آج بھی بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ موضوع دور حاضر کے اہم موضوعات میں سے ہے۔ یہ مقالہ سیرت نبوی کا اسی زاویے سے مطالعہ کی کوشش ہے۔

"کردار سازی اور تربیت کے نفسیاتی پہلو" کے حوالے سیرت طیبہ کا میدان بہت وسیع وعریض ہے؛ جس کا احاطہ ایک مضمون میں کرنا دشوار ہے۔ اس لئے اس مقالہ میں کچھ عنوانات کے تحت بکھری معلومات کو ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن کی تفصیل ذیل میں ہے:

احساسات

انسان اپنے من میں مختلف احساسات لئے ہوئے ہے۔ احساسات میں منفی رجحانات اسے ناامیدی اور بے دلی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور یوں وہ برائیوں کے دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں امید کی ایک کرن اس کی زندگی کو بدل سکتی ہے۔

احساس گناہ کے حامل بعض افراد گناہوں کو بوجھ کی صورت میں محسوس کرتے ہیں۔ بار بار گناہ کی یاد مجرم ضمیر اس کو مطمئن زندگی سے دور لے جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس احساس کا حل رجوع الی اللہ کی صورت میں دیا:

كل بني آدم خطاؤون وخير الخطائين التوابون[1]

اللہ کی صفات رحیم، غفور، اور ستار العیوب ہے۔اسی احساس کے بارے میں قرآن میں حضور ﷺ کو یہ حکم دیا:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

یعنی جب بندہ میں احساس گناہ ہو تو انہیں یہ بات سمجھا دو کہ نا امید مت ہو۔ یہ حکم احساس گناہ کے سے مربوط ہے۔اور رسول اللہ ﷺ نے اسی ربط کے تناظر میں اس کو بیان فرمایا۔

توبہ کی قبولیت کا بیان اگر نفسیاتی حکمت عملی کی رعایت کے بغیر اپنایا جائے تو اس کے نتائج بر عکس ہو سکتے ہیں۔ مثلاً توبہ احساس گناہ کے بعد ہی فائدہ مند ہے اور اس کا علاج تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن احساس گناہ کے بغیر اس کی عام ترغیب اور فضائل کے بیان کرنے سے گناہ کی شرح میں اضافہ ہو گا۔ کیونکہ توبہ کی امید گناہ کو دعوت دے گی۔اس لئے اس قسم کے احکام کو ان کے نفسیاتی پس منظر کے بغیر کردار سازی کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

احساس گناہ کو مٹانے کے لئے توبہ انتہائی مفید ہے۔ کہ جیسے آپ نے ندامت کا اظہار کیا، یعنی توبہ کی، اب کوئی گناہ آپ کے سر پر نہیں۔اس طرح احساس گناہ مٹ کر انسان اپنی نئی شروعات زندگی کر دیتا ہے۔اس لئے سچی توبہ کرنے والے کو بشارت ہے کہ وہ اس احساس گناہ کو بالکل بھلا دے:

التائب من الذنب كمن لا ذنب له.

احساس کمتری بھی ایک نفسیاتی بیماری ہے جس میں مریض اپنے آپ کو دیگر ہم جنسوں سے کمتر محسوس کرتا ہے۔اس طرح اس میں عملیت کی کمی آجاتی ہے۔ رسول ﷺ نے حوصلہ افزائی کر کے احساس کمتری کو ختم کیا۔ "تم روم اور فارس کے تختوں کے وارث ہو"۔ یہ اس وقت کے الفاظ ہیں جب مسلمان محاصرے میں تھے۔ جنگ خندق کا موقعہ تھا۔ بھوک اور پیاس اور دشمن کا خوف اور طاقت کی کمی دلوں کو پریشان کر رہی تھی۔

نسلی، لسانی اور دولت کی بدولت تفاخر کا رواج عربوں کے ہاں زیادہ تھا۔ایسی صورت میں کمزور طبقہ کے لوگوں میں احساس کمتری اور طاقتوروں میں احساس برتری کا ہونا ایک فطری امر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی مساوات کا درس دیتے ہوئے اس فرق کی طرف اشارہ فرمایا۔ تاکہ مسلمان ہونے کی بناء پر کوئی اس قسم کے احساسات میں مبتلا نہ ہو۔ فرمایا: کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، اسی طرح کالے کو گورے اور گورے کو کالے پر کسی قسم کی فضیلت نہیں؛ سب ایک باپ (آدم) کی اولاد ہیں اور ایک ماں (حوا) کی اولاد ہیں۔اس کے ساتھ ہی فضیلت کا معیار بھی بتلا دیا کہ تقوی کی بنیاد پر اسلام میں فضیلت ہو گی۔اس طرح کمزور طبقات کی احساس کمتری اور طاقتور طبقات کی احساس برتری کو ختم فرمایا[2]۔

احساس کی ایک قسم احساس محرومی بھی ہے۔ احساس محرومی میں مبتلا افراد کی محرومی کا ازالہ کر کے انہیں اس احساس سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔ غزوۂ حنین کے غنائم کو مؤلفۃ القلوب کو دینے کی وجہ سے انصار کے لڑکوں کو شکایت ہوئی۔ "اب اپنی قوم کے لوگ آ گئے ہمیں نظر انداز کر دیا جائے گا"۔ انہیں جواباً اس انداز سے مخاطب کیا گیا کہ ان کی شکایت جاتی رہی۔

فرمایا: "کیا تمہیں پسند نہیں کہ لوگ مال لے جائیں اور تم اپنے نبی (ﷺ) کو لے جاؤ"۔اب یہ بات ان کی بے دلی کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمائی اور وہ فوراً ختم ہو گئی۔

بہ تقاضائے بشریت خوف اور ڈر کا احساس ایک فطری امر ہے۔انبیائے کرام بھی بشری تقاضوں کے مطابق اس سے مستثنیٰ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی عصا سے بننے والی اژدھا سے گھبراہٹ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمانوں سے گھبراہٹ کا تذکرہ قرآن پاک میں موجود ہے [3]۔ یہ کیفیت ایمان کے منافی بھی نہیں ہوتی، بلکہ اطمینان قلبی کے فقدان کے باعث ہوتی ہے۔اطمینان اور ایمان کے مابین فرق بھی سورۂ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مردوں کے زندہ کرنے کی کیفیت کے تذکرہ میں موجود ہے:

قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي

بلکہ پہلی وحی کے وقت خود حضور ﷺ کو بھی اسی کیفیت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔کچھ یہی کیفیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی غار ثور میں پیش آئی۔ کفار غار کے دہانے تک پہنچ گئے، ان پر گھبراہٹ طاری ہوئی۔ نفس بشری کے تقاضے غالب ہوئے تو انہیں یاد دلایا:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا

یعنی جس اللہ پر تم ایمان لائے ہو، اور جس کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر رہے ہو، وہ ہمارے ساتھ ہے۔اس طرح گھبراہٹ والی کیفیت جاتی رہی۔احساس گناہ کو کردار سازی میں اس حیثیت سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ معافی دے کر احساس کو احسان میں بدل دیا جائے۔جب سزا کی توقع ہو اور غیر متوقع طور پر معافی دی جائے تو اس کا اثر قوی و عمیق ہوتا ہے۔ اس سے ان افراد میں احسان مندی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں؛ اور محسن کی ہر بات کو بسر و چشم ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔جب رسول ﷺ کو اہل مکہ پر فتح حاصل ہوئی تو انہوں نے پوچھا: تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

ابن عم كريم، فإن تعف فذاك الظن بك، وإن تنتقم فقد أسأنا.

جواب ملا کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بات کہوں گا جو انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی:

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

اس سلوک کا اثر یہ ہوا سب مسلمان ہو گئے۔اور ان میں اکثریت نے بعد میں صحیح الایمان ہونے کا ثبوت دیا۔ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ احد میں جو سلوک کیا تھا، اس کے بعد بھی اس کو معاف کر دیا۔ حلم، عفو و درگزر کی یہ صفت ایسی ہے جو دشمنوں کو منٹوں میں دوست بنا دیتی ہے۔

تدریج وارتقاء

سیرت نبوی کو جن دو بنیادی ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے؛ یعنی مکی اور مدنی، اس میں بھی تدریج ہی مقصود تھی۔ مکی دور میں برداشت، تکالیف پر صبر اور اصلاح نفس پر توجہ دی گئی جب ایک جماعت اسی طریقہ پر تیار ہوئی تو مدنی دور میں اصلاح غیر پر توجہ مرکوز رہی۔ یعنی اصلاح نفس کو اصلاح غیر پر مقدم کیا گیا۔ اس لئے مکی دور مدنی دور کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر مکی دور کی تربیت نہ کی جاتی تو مدنی دور میں ایسی اصلاحات ممکن نہ تھیں جو ہو چکیں۔

مثال کے طور پر دیکھا جائے تو جنگ عربوں کی طبیعت میں شامل تھی، ابتداء میں انہیں جہاد وقتال کی طرف چھوڑ دینے سے فتنہ اور جاہلی دور کے نتائج کا امکان تھا۔ اس لئے شخصی اصلاح وتربیت میں برداشت اور تحمل کی تربیت کے ایک دور سے گزار کر ان میں حالت جنگ میں برداشت و تحمل کا مظاہرہ کرایا گیا۔ بچوں، عورتوں اور غیر مقاتلین کے قتل سے ہاتھ روک لینے کا تصور عام طور پر فاتح قوم سے نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح نظام قدرت کی تباہی سے جنگ کی صورت میں کنارہ کشی اختیار کرنا عموماً ناممکن ہے، لیکن تدریجی تربیت کے تحت صحابہ کرام میں یہ مادہ پیدا ہوا کہ جنگی اخلاقیات میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

شراب کی حرمت کے تدریجی مراحل بھی اس کا ثبوت ہے۔ پہلے شراب کی برائی، پھر اس کو رجس قرار دے کر حرام قرار دیا تو یہ تدریجی حرمت کارآمد ثابت ہوئی اور سب لوگوں نے شراب بہادی اور اطلاع ملنے کے بعد کسی نے شراب نہیں پی[4]۔

تدریج وارتقاء کے طریقہ پر کردار سازی دیرپا اور مؤثر ہوتی ہے۔ بچوں کے کان میں اذان واقامت پھر سات سال کی عمر میں نماز کی تعلیم اور دس سال کی عمر میں انہیں تادیبی طور پر سزا دینا؛ یہ سب ارتقائی تربیت کے مراحل ہیں جو عملی طور پر اپنانے سے رسوخ پکڑتی ہیں۔

تدریجی طریقہ اس لئے بھی اہم ہے کہ یک دم تمام علوم سکھانے کی کوشش سے سب کے ضائع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے انسانی نفسیات کو سمجھتے ہوئے اہم فالاہم کا اصول اپنایا گیا۔ ابن ماجہ میں جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم قریب البلوغ جوانی میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ تو ہم نے قرآن سے پہلے ایمان کی تعلیم حاصل کی، پھر قرآن سیکھا تو ہمارا ایمان مزید بڑھا[5]۔ حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہیں تعلیم میں تدریجی طریقہ کی نصیحت فرمائی۔ پہلے توحید ورسالت، پھر زکوۃ وغیرہ[6]۔ مسند احمد میں ابو عبد الرحمن السلمی صحابہ کرام کی تعلیم کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے دس آیات کی تعلیم لیتے اور جب تک اس میں علم و عمل کو سیکھ نہ لیں؛ مزید نہ سیکھتے[7]۔

ناسخ اور منسوخ احکام کی حیثیت بھی تدریجی ہے۔ ہمارے علماء ناسخ و منسوخ کی مثال حکمت سے دیتے ہیں۔ حکیم مریض کو مرض کی شدت میں ایک قسم کی دوائی تجویز کرتا ہے، پھر شدت کی کمی ہو تو الگ دوائی تجویز کرتا ہے۔ یہ مخاطب کی

نفسی کیفیت پر منحصر ہے کہ کون سا حکم دینا مناسب ہے؟ جب بت پرستی سے لوگ توحید کی طرف نئے نئے آئے تھے تو قرب زمانہ کے باعث پرانے دور کی یاد ابھی قلوب میں تازہ تھی۔ وہ کسی بھی چیز سے متاثر ہو کر وہ دوبارہ شرک کی طرف جا سکتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے ایسی چیزوں کے قریب جانا بھی خطرناک تھا جہاں شرک کی یاد تازہ ہو۔ تو انہیں زیارت قبور سے منع فرمایا۔ جب شرک کا زمانہ بعید ہوا، ان کے نفوس میں توحید کا استحکام ہوا اور وہ اس کو عملی طور پر سمجھ چکے تو پھر زیارت قبور کی اجازت دی۔ اسی طرح دیگر منسوخ احکام کی بھی توجیہ کی جا سکتی ہے۔ مثلاً قربانی کے گوشت کو ذخیرہ کرنے کی ممانعت وغیرہ۔

عملیت پسندی

رسول اکرم ﷺ کو نمونہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اب قرآن مجید جیسی کتاب ہدایت کی موجودگی میں نمونہ کی ضرورت کیا ہے؟ یعنی عملی تربیت اور سامنے موجود ہونے کے باعث انہیں دیکھ کر رہنمائی ملے گی۔ ان کی حیثیت قرآن ناطق کی ہے۔ اس طرح عمل کی کیفیت کا مشاہدہ ناظرین کی تربیت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

انسانی حواس میں سب سے مؤثر حس بصر ہے۔ دیکھنے سے حاصل ہونے والا علم دیرپا اور قوی ہوتا ہے۔ بصری طریقہ سے ہر کسی کو بآسانی سمجھایا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک کی رو سے اگر ایک بات پر پہلے سے مکمل یقین بھی ہو؛ تب بھی دیکھنے سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ سورۂ بقرہ میں موجود ہے کہ موت کے بعد زندگی پر ایمان کے باوجود اطمینان قلب کی خاطر اسے دیکھنے کی التجا کی۔ انسانی نفسیات سے قریب ہونے کی بناء پر دور جدید میں فلموں اور ویڈیوز کو تعلیم کے میدان میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بصری طریقہ پر کئی اہم امور کی تعلیم کا طریقہ اختیار فرمایا تھا۔ وضو، نماز، حج اور دیگر امور کے لئے فرمایا تھا کہ مجھے دیکھ لو؛ جس طرح میں کرتا ہوں اسی طرح کرو:

صلوا كما رأيتموني أصلي، خذوا عني مناسككم

اور لوگوں کے سامنے وضو والی احادیث[8] سے بصری طریقۂ تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی تا کہ لوگ نماز دیکھ کر سیکھ لیں۔ پھر فرمایا:

أيها الناس، إنما صنعت هذا لتأتموا بي، ولتعلموا صلاتي[9]

اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ تعلیم میں بصریات (ویڈیوز اور ڈاکومنٹری فلموں) کے استعمال سے اس کو مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔ عملیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ برائی کے مٹانے کے لئے صرف نصیحت نہیں بلکہ خود اس کی طرف عملی اقدام کرنے سے اس میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ قتل اور خون کی معافی کا مطالبہ آسان نہیں؛ نہ اس پر عمل کی اتنی توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن حجۃ الوداع کے خطبہ میں ربیعہ بن الحارث کے خون کو معاف کر کے لوگوں سے جاہلیت کے خون معاف کرنے کا مطالبہ مؤثر ثابت ہوا۔ اسی طرح سود کو ختم کرنے کے لئے پہلے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے سود کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ اسی عملیت

کے سبب لوگ نفسیاتی طور پر آپ ﷺ سے متاثر ہوئے۔ عمان کے بادشاہ جلندی کو جب اسلام کی دعوت دی گئی تو اس نے کہا:

لقد دلني على هذا النبي الأمي؛ أنه لا يأمر بخير إلا كان أول آخذ به، ولا ينهى عن شر إلا كان أول تارك له[10].

اور اس نے ایمان بھی قبول کر لیا۔

اہلیت کا ادراک

مخاطب کے نفسیات کو سمجھتے ہوئے اس کی اہلیت کے مطابق کلام بھی سیرت نبوی کی تعلیمی خصوصیت ہے۔ سیرت نبوی اور حدیث کی کتب میں اس کی کافی مثالیں ملتی ہیں کہ مخاطب کی اہلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے جواب دیا۔ بلکہ ایک جیسے سوالات کے مختلف سائلین کو مختلف جوابات دیئے۔ مختلف لوگوں نے وصیت کی درخواست کی تو مختلف وصایا ارشاد فرمائے۔ ایک شخص نے بار بار وصیت کی درخواست کی تو اسے فرمایا: غصہ نہ کرو[11]۔ ایک دوسرے شخص کو تقوی اور ہر چڑھائی کے چڑھتے وقت تکبیر کی وصیت کی[12]۔ ایک شخص کو گالی نہ دینے کی وصیت کی[13]۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی:

اتق الله حيثما كنت، وأتبع السيئة الحسنة تمحها، وخالقِ الناس بخلق حسن[14].

اسی طرح ایک ہی قسم کے سوال کا جواب مختلف سائلین کو مختلف دیا جاتا۔ افضل عمل کے متعلق متعدد لوگوں نے سوال کیا؛ ہر ایک کو اس کے حال کے مطابق جواب ملا۔ کسی کو اللہ و رسول پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ اور حج کا جواب ملا[15]۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اسی سوال کے جواب میں نماز کی وقت پر ادائیگی، والدین کے ساتھ نیکی، اور جہاد کا جواب ملا[16]۔

مخاطب کی احکام دین میں بھی رعایت ہوتی تھی۔ مسند احمد میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جوان آیا اور روزے کی حالت میں بوسہ لینے کا حکم پوچھا۔ فرمایا: نہیں۔ تو ایک بوڑھا آیا اور یہی بات پوچھی تو فرمایا: ٹھیک ہے (یعنی کوئی بات نہیں)۔ یہ دیکھ کر ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پتہ ہے کہ تم نے ایک دوسرے کی طرف کیوں دیکھا؟ یہ بوڑھا اپنے نفس پر کنٹرول رکھتا ہے[17]۔ اسی طرح ایک شخص نے جہاد اور ہجرت کی بیعت کرنا چاہی تو اسے والدین کی خدمت کا کہا گیا[18]۔

رسول اللہ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے تھے۔ ہر شخص کو نہایت سہل انداز میں جامع بات ارشاد فرماتے۔ جوامع الکلم کا فائدہ یہ بھی تھا کہ اس سے مستفید ہونا انتہائی آسان تھا۔ علمی موشگافیوں میں پڑے بغیر، قیل و قال سے ہٹ کر سائل کی دلی مراد پوری ہو جاتی۔ ترمذی میں عبد اللہ بن بسر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اسلامی شرائع بہت بڑھ گئے ہیں مجھے ایک ایسی بات ارشاد فرمائیں کہ میں اسے مضبوطی سے پکڑے رکھوں۔ فرمایا: لا یزال لسانک رطبا من

ذکر اللہ [19]. صحیح مسلم میں سفیان بن عبد اللہ ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے اسلام میں ایسی بات ارشاد فرمائیں کہ میں آپ کے بعد کسی سے اس بارے میں نہ پوچھوں؟ فرمایا: کہو! میں اللہ پر ایمان لایا؛ پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔[20] ترمذی اور ابن ماجہ میں اس حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ میرے بارے میں کس چیز سے ڈرتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس سے۔

غیر ضروری امور سے اجتناب

غیر ضروری ایشوز اور مسائل ابھارنے سے بھی تربیت پر منفی اثر پڑتا ہے۔ آپ ﷺ نے اہل مکہ میں نفرت اور وحشت پیدا ہونے کے سبب کعبہ کی تعمیر نو روک دی۔ (ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر) ارشاد ہے: اگر تیری قوم کا جاہلیت یا شرک سے تعلق تازہ نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرا کر اس کے دو دروازے بنادیتا اور اس کے دروازے کو زمین کے قریب کر دیتا۔ یعنی اس کے اچھے نتائج کی توقع نہیں کی جاسکتی اس لئے اس کو ترک کرتا ہوں۔

اسی طرح مختلف غیر ضروری توہمات میں مبتلا افراد کی توہم پرستی کا صریح رد کر کے ان میں رد عمل پیدا نہیں ہونے دیا۔ بلکہ انہیں ایک اچھے بدل کی طرف توجہ دلائی تاکہ یہ توہم پرستی رفتہ رفتہ خود جاتی رہے گی۔ مثلاً کسوف و خسوف سے وابستہ توہمات سے رسول ﷺ کو واقفیت تھی، لیکن خواہ مخواہ اس بحث کو بڑھایا نہیں بلکہ انہیں ایسی صورت میں نماز کی طرف رہنمائی کروائی۔ تاکہ اس میں مشغولیت کے سبب ان کی توجہ الی اللہ بڑھے گی اور یقین کی صورت میں ان سے وہم پرستی جاتی رہے گی۔ یہ خوف سے نکلنے کا بھی ایک نفسیاتی طریقہ تھا۔ کہ بار بار چاند یا سورج کی طرف دیکھیں گے اور ان کے خوف۔ جس کا سبب ان کا وہم ہے۔ میں اضافہ ہوگا اس لئے اسے کم کرنے کے لئے انہیں نماز میں مشغول رکھا جائے۔ جب کسوف و خسوف والی حالت جاتی رہے گی تو ان کا خوف بھی رجوع الی اللہ کے سبب کم ہوگا۔

وعظ و نصیحت میں وقفہ بھی لوگوں کی نفسیات کی خاطر اپنایا گیا۔ کثرت وعظ و نصیحت سے نفوس میں ملل واقع ہوتا ہے۔ اس طرح اصلاح کے بجائے فساد کا خطرہ تھا۔ اس لئے وعظ و نصیحت میں وقفہ کو اختیار کیا گیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولنا بالموعظة في الأيام كراهة السآمة علينا[21]

اصل واقعہ یہ تھا کہ عبد اللہ بن مسعود ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ کسی نے مطالبہ کیا کہ ہمیں روزانہ وعظ فرمایا کریں۔ انہوں نے جواب میں یہی فرمایا کہ اس طرح نفوس میں ملل پیدا ہوگا جو کہ انسانی نفسیات کے لئے موزوں نہیں۔ اور یہی حضور ﷺ کا طریقہ ہے [22]۔ سیرت کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے وعظ و نصیحت کے مجالس کا تذکرہ ان کے دور نبوت کے لحاظ سے کم ہے۔

مؤثر انداز کلام

غلطی پر سر عام ٹوکنے سے بے دلی پیدا ہوتی ہے اور اصلاح کے بجائے رد عمل کے طور پر منفی جذبات برانگیختہ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس لئے انسانی نفسیات کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کو غلطی پر نرمی اور رازداری سے نصیحت کی جائے۔ اسی طرح ایک صحابی نے نماز میں کسی کے چھینک کا جواب دیا تھا تو انہیں بھی رازدارانہ طریقے سے سمجھایا۔ جس کا ان پر اثر یہ ہوا کہ کہتے ہیں:

ما رأيت معلما قبله ولا بعده أحسن تعليما[23]

تکرار کلام بھی نفس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ عربی مقولہ ہے:

إذا تكرر الكلام على السمع؛ تقرر في القلب.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسرد كسردكم هذا، ولكن كان يتكلم بكلام بين فصل، يحفظه من جلس إليه.[24]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعيد الكلمة ثلاثا لتعقل عنه.[25]

کوہ صفا پر دعوت دیتے وقت لوگوں کو اپنی سابقہ ریکارڈ کے حوالے سے سوال کیا گیا کہ تم جب میری سچائی پر یقین رکھتے ہو؛ اور میرے کہنے پر اس پہاڑ کے پیچھے لشکر جرار کا بھی یقین کروگے تو میری نبوت کی بھی اسی طرح تصدیق کرو۔ جب میں آپ کے عقیدے کے مطابق میں اس دنیا میں جھوٹ نہیں بولتا تو ایک غیر مرئی دنیا کے متعلق تمہیں جھوٹ کیوں بولوں گا؟ یہاں لوگوں کے سابقہ تصدیق کو دلیل بنا کر آئندہ تصدیق کا مطالبہ کیا گیا۔ جو نفسیاتی طور پر مؤثر انداز ہے۔ لیکن عناد ان کے ایمان میں مانع ہوا۔ سچے کردار کے مالک پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ اس لئے انہوں نے حسد کیا، عناد کیا، لیکن ان کی سچائی کے خلاف کوئی دلیل نہیں لا سکے۔

بعض چیزوں کے علل واسباب اتنے غامض ہوتے ہیں کہ انہیں لوگوں کو سمجھانا ایک چیلنج بن جاتا ہے۔ ایسی بات مثال سے سمجھائی جائے تو اثر انگیز ہوتی ہے۔ مثلاً پنج وقتہ نماز پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے مثال سے سمجھایا کہ کسی کے گھر کے پاس نہر ہو، اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے بدن پر میل جم سکتی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ تو فرمایا:

فذلك مثل الصلوات الخمس يمحو الله بهن الخطايا[26]۔

سمجھانے کا ایک نفسیاتی طریقہ سوال وجواب بھی ہے۔ سوال کے ذریعے مخاطب میں جواب کی طلب پیدا کی جاتی ہے۔ اور جب فکری طور پر مخاطب متوجہ ہو جائے تو پھر اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ اس طرح وہ بات دلنشین ہو جاتی ہے۔ اس کی بھی

سیرت طیبہ میں کافی مثالیں ہیں۔ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا: مفلس کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس کے پاس مال ودولت نہ ہو؛ وہ مفلس ہے۔ پھر آپ ﷺ نے مفلس کا حقیقی مفہوم سمجھایا جو ان کی دسترس سے باہر تھا۔ وہ یہ کہ صوم وصلوۃ وزکوۃ کا پابند ایک مسلمان حقوق العباد کی عدم ادائیگی کے باعث اپنی نیکیوں سے محروم کر دیا جائے گا اور پھر بھی حقوق العباد باقی رہیں گے تو جن کا حق رہتا ہے ان کے گناہ اس کے سر پر لاد دی جائیں گی اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ یعنی حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھا جائے ورنہ مفلس ہونے کا اندیشہ ہے [27]۔ اس طرح مفلس کا جو ظاہری مفہوم ان کو یاد تھا؛ اس کو ایک الگ اور حقیقی مفہوم کے ساتھ انہیں سمجھایا۔ اس کا نفسیاتی پہلو یہ ہے کہ الفاظ کے مدلولات میں جس فکر کے ساتھ ان کی وابستگی تھی؛ اس سے ماوراء ایک الگ سوچ وفکر سے بھی انہیں روشناس کرایا، جو سوال کی صورت میں ان کی توجہ کا مرکز بنا۔

اسی طرح سوال کے ذریعے کسی بات کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا گیا۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں لوگوں سے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ کون سا دن ہے؟ ان سب سوالوں کے وقت حاضرین کا خیال یہ تھا کہ وہ ان چیزوں کے الگ نام رکھیں گے۔ لیکن انہیں سمجھایا گیا کہ جو اہمیت وحرمت اس مہینہ، دن اور جگہ کی ہے؛ وہی اہمیت میری بات کی بھی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لئے حرام اور عزت کی مستحق ہیں [28]۔

رویے

چہرے کی مسکراہٹ بھی مخاطب کو جذب کر لیتی ہے۔ شمائل ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم دائم البشر

یعنی ان کے چہرے پر ہمیشہ رونق ہوا کرتی تھی۔ جریر بن عبداللہ بجلی سے روایت ہے:

ما حجبني النبي صلى الله عليه وسلم منذ أسلمت ولا رآني إلا تبسم في وجهي [29]

یہی رونق وبشاشت بھی نیکی قرار دی گئی:

لا تحقرن من المعروف شيئا ولو أن تلق أخاك بوجه طلق.

مسکراتے چہرے کا مخاطب پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اگر چہرہ مرجائے یا غصہ اور دل گرفتگی کا اظہار کیا جائے تو جذب قلوب والی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

کسی کو نظر انداز کرنے سے بھی ردعمل میں بددلی اور منفی خدشات پیدا ہوتے ہیں۔ اہل مجلس کی توقیر واحترام سے ان میں جذبۂ اطاعت پیدا ہونا ایک نفسیاتی امر ہے۔ شمائل ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

يعطي كل جلسائه بنصيبه لا يحسب جليسه أن أحدا أكرم عليه منه

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ابو رفاعہ عدوی نے دوران خطبہ آپ ﷺ سے مسائل پوچھنے چاہے، تو خطبہ موقوف کر کے کرسی منگوائی گئی، اس پر تشریف فرما ہو کر اس سائل کے سوالوں کے جواب دیئے اور اسے مطمئن کرنے کے بعد باقی خطبہ فرمایا۔[30] اب اس طرز عمل کا اس پر کیا اثر پڑا ہو گا؟ اتنے اہتمام کے بعد اسے بتائے گئے ایک ایک حرف کو اس نے یاد کیا ہو گا اور اس پر عمل کا داعیہ اس میں پیدا ہوا ہو گا۔ جب دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کیا اور لوگوں نے ان کو ٹوکنا چاہا تو انہیں منع فرمایا اور جب وہ (دیہاتی) فارغ ہوا تو پھر اس پر پانی ڈالنے کا حکم دینے کے ساتھ ہی فرمایا:

فإنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين[31]

یعنی اگر اس کو روک لیا جاتا تو اس کا رد عمل خوشگوار نہ ہوتا۔ اس لئے اسلوب بدل کر اسے سمجھایا گیا کہ مسجد اس کام کی جگہ نہیں؛ اور وہ بات اسے بری نہیں لگی[32]۔

تالیف قلوب

مؤلفۃ القلوب کو غنائم و زکوۃ دینے میں بھی ان کی نفسیات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ یعنی "مال دے کر ان کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا"۔ غربت کی حالت میں مالی تعاون انسان کو متاثر کرتی ہے اور وہ اپنے محسن کے لئے نیک جذبات رکھتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اسلام کو دیگر ادیان سماوی کے مقابل کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ ان کی تجدید نو کے طور پر اس کی وضاحت کی۔ قرآن میں انہیں ان ادیان کا مصدق کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ بھی نفسیاتی طور پر ان کے تصادم والے رویے کا ازالہ تھا۔ اگر یہ تصادم کا راستہ اختیار کریں تو یہ ان کا عناد و بغض ہے لیکن پیغمبر اسلام نے ان کی طرف امن و آشتی کا ہاتھ بڑھایا اور حتی الامکان تالیف قلوب کے اصول پر کاربند رہے۔

میثاق مدینہ میں غیر مسلم قبائل کے ساتھ بھی ان کے رسم و رواج کے مطابق موافقت کی گئی۔ خون بہا (دیت) کے جاہلی قانون کو برقرار رکھا تا کہ کسی کو اسلام پر اعتراض کا موقعہ میسر نہ ہو۔ سیرت نبوی اس بات کا واضح اعلان ہے کہ دین اسلام کوئی نئی چیز نہیں بلکہ پرانے نظام کا تسلسل ہے۔ صرف کچھ چیزوں میں تبدیلی ہے جو مرور ایام کی وجہ سے غلط شکل اختیار کر چکے تھے۔ آج جب ہم اس نفسیاتی حکمت عملی کو نظر انداز کر کے اسلام کو دیگر ادیان کے مقابل لے آئے تو نفرتیں بڑھ گئیں اور دیگر اقوام اسلام سے متاثر ہونے کے بجائے اس پر تنقید کرنے لگ گئے۔

خلاصہ

نبی اکرم ﷺ نے تربیت اور کردار سازی میں نفسیات کو ملحوظ نظر رکھا۔ ان کی سیرت کا یہ پہلو اتنا اہم ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک تدریج، مساوات اور عملیت کا ایک مربوط نظام ہے۔ ہر موقع و محل کے اعتبار سے نفسیات کے مطابق لوگوں کی تربیت کی گئی ہے۔ اس تربیت کے اثرات بہت جلد ظاہر ہوئے اور 23 سال کے مختصر عرصہ میں جزیرہ عرب کو ایک امن و آشتی کا گہوارہ بنایا۔ شدید انتقامی مزاج رکھنے والے لوگوں کو امن کا

داعی اور صبر کا پیکر بنایا گیا۔ کردار سازی اور تربیت میں انسانی نفسیات کی اہمیت سیرت نبوی سے واضح ہوتی ہے۔ مندرج بالا بحث اس موضوع کا اجمالی خاکہ ہے۔ سیرت نبوی میں اس حوالے سے کافی مواد موجود ہے۔ انفرادی واجتماعی طور پر لوگوں کے نفسیات کے مطابق ان کی تربیت سریع الاثر اور دیرپا ثابت ہوتی ہے۔ سیرت نبوی کو ماڈل بنا کر عصر حاضر میں اصلاح کے عمل کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس کام کے لئے پہلے نظریاتی اور پھر عملی میدان کی طرف توجہ دینے سے اسے مربوط کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک فلاحی معاشرہ تشکیل پانے کی امید ہے، جو انسانیت کی رہنمائی کر سکتی ہے اور خیر الامم کا خواب پورا ہو سکتا ہے، جو قرآن نے اس امت کے لئے مقدر لکھا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1　امام بغوی نے شرح السنۃ میں اس کی تصحیح کی ہے۔ شرح السنۃ 5: 92

2　مسند أحمد، حدیث(24204)

3　حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ سورۂ نمل آیت: 10 اور سورۂ قصص آیت: 31 میں مذکور ہے۔ سورۂ طہ آیت: 67 میں جادو گروں کے موہوم سانپوں سے گھبراہٹ بھی مذکور ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ سورۂ ہود آیت: 70 اور سورۂ ذاریات آیت: 28 میں مذکور ہے۔

4　صحیح مسلم، کتاب الأشربہ، حدیث(5246)

5　سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب فی الایمان

6　صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب أخذ الصدقۃ من الأغنیاء

7　مسند احمد 5: 410

8　سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا

9　صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ في السطوح والمنبر والخشب، وفي کتاب الجمعۃ، باب الخطبۃ علی المنبر، و صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب جواز الخطوۃ والخطوتین فی الصلوۃ

10　الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ترجمۃ جلندی ملک عمان

11　صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب

12　جامع الترمذی، أبواب الدعوات، حدیث(3445)

13　مسند احمد، حدیث(17068)

14　جامع الترمذی، أبواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس

15　صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور۔۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالی أفضل الأعمال

16　صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل الصلوۃ لوقتھا۔۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ أفضل

17　مسند احمد 2: 180

18　صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب بر الوالدین وأنھما أحق بہ

19 جامع الترمذي، كتاب الدعوات، باب ماجاء في فضل الذكر

20 صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب جامع أوصاف الإسلا

21 صحيح البخاري، كتاب العلم، باب ماكان النبي صلى الله عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لاينفروا

22 صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة

23 صحيح مسلم، كتاب الصلوة، باب تحريم الكلام في الصلوة ونسخ ماكان من أباحته، حديث(1227)

24 شمائل الترمذي، كيف كان كلامه صلى الله عليه وسلم، حديث(224)

25 نفس مصدر، حديث(225)

26 صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الصلوات الخمس كفارة

27 صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم

28 مسند احمد، حديث(24204)

29 صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب التبسم والضحك

30 صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب حديث التعليم في الخطبة، حديث(2062)

31 صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب صب الماء على البول في المسجد، حديث(220)

32 نفس مصدر